پاکستان کو کیسے بچایا جائے؟



علامہ مفتی محمد ارشد القادری

مکتبہ تعلیم و تربیت

پاکستان کو کیسے بچایا جائے؟

علامہ مفتی محمد ارشد القادری

تعلیم و تربیت پبلی کیشنز

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نام کتاب	پاکستان کو کیسے بچایا جائے؟
تالیف	علامہ مفتی محمد ارشد القادری
پروف ریڈنگ	محمد عمر اقبال قادری
کمپوزنگ	تعلیم وتربیت کمپوزنگ سنٹر شاہدرہ لاہور
زیر اہتمام	شعبہ نشرواشاعت تعلیم وتربیت اسلامی
سلسلہ اشاعت	29
طباعت	بار دوم
سن اشاعت	اگست 2012
تعداد	بائیس سو (2200)
قیمت	30 روپے

Taleem-o-Tarbiyat Publications

Head Office: Jamia Islamic University Shahdra, Lahore.

Phone: +92-42-37962152, +92-346-4673573, +92-313-4673573

Email: taleem-o-tarbiyatpublications@live.com

0_TT@hotmail.com

تعلیم وتربیت پبلی کیشنز

ہیڈ آفس: جامعہ اسلامیہ رضویہ شاہدرہ لاہور

فون: ۰۰۹۲_۴۲_۳۷۹۶۲۱۵۲ ۰۰۹۲_۳۴۶_۴۶۷۳۵۷۳

ای میل: taleem-o-tarbiyatpublications@live.com

پاکستان کو کیسے بچایا جائے؟

حالات زمانہ کی بابت ہر ذی شعور سوال کرتا ہے۔ یہ ان کا حق ہے اور اہل علم پر اس سوال کا جواب دینا لازم ہے۔ اگر وہ اس سوال کا جواب دینے کی صلاحیت نہیں رکھتے تو اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ وہ صاحبان علم وفن کہلانے کے لائق نہیں ہیں اور اگر وہ یہ عذر پیش کرتے ہیں کہ جواب تو ان کو آتا ہے لیکن وہ جواب دینا مناسب نہیں جانتے تو یہ کتمان حق ہے لاعلم ہوتا تو شاید ان کے لئے نرمی اور نجات کا ذریعہ بن جاتا مگر جانتے ہوئے بھی بندگان الہ برحق کو جواب صواب دے کر ان کے اذہان وقلوب کو مطمئن نہ کرنا یہ تو سراسر ستم ہے اس کی معافی کہاں ہوگی۔

میری بات معلوم نہیں کتنی کڑوی لگے اور کس قدر پیچ وتاب ڈالے مگر اس سب کے باوجود میں کہہ ہی دوں گا اور اس یقین کے ساتھ کہ میرا اپنا ضمیر مطمئن ہو جائے گا بس اگر اتنا بھی ہو گیا تو میں عند اللہ بری الذمہ ٹھیروں گا۔ اسلام ہم نے آخرت کی جوابدہی کو بھلا دیا ہے اگر مکمل نہیں بھلایا تو اس عقیدہ آخرت کو کمزور کر دیا ہے ورنہ امت مسلمہ اور اس کی یہ حالت جو آج ہے کبھی بھی نہ ہوتی۔

عروج وزوال

مجھے نہیں معلوم میری اس دلیل میں کوئی جان بھی ہے یا نہیں۔ یہ تو قارئین ہی بتا سکیں گے میں تو اتنا ہی عرض کروں گا کہ نہ تو کسی قوم کو جلدی سے عروج نصیب ہوتا ہے اور نہ فی الفور زوال آجاتا ہے قوموں کے عروج وزوال کو بہت وقت لگتا ہے لہذا یہ کہنا کہ ہمارے حالات یکدم سے خراب ہو گئے ہیں یہ خلاف قاعدہ ہے قانون

فطرت یوں نہیں ہے جب کوئی قوم بام عروج پر جانے لگتی ہے تو اس کو حصول عروج کے لئے بہت وقت درکار ہوتا ہے اور کوئی قوم زوال کا شکار ہوتی ہے تو بھی ایک لمبا وقت لگتا ہے پھر کوئی قوم ضعف کا شکار ہوتی ہے۔ پوری دنیا میں مسلم امہ کا زوال کسی اچانک کاروائی کا نتیجہ نہیں بلکہ اس کے پیچھے ایک تاریخ ہے ہم نے اس ہدف کو خیر باد کہا جس کے لئے اللہ تعالیٰ کے پیارے اور آخری رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اور صحابہ کرام نے جان لڑا دی تھی۔ وہ ہدف کیا تھا۔ وہ یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں حضرت محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور آپ کے بعد قیامت تک کوئی نیا نبی یا رسول مبعوث نہ ہوگا اگر کوئی ایسا دعویٰ کرے تو وہ سراسر باطل ہوگا۔ اس کی تردید ہر فرد مسلم پر لازم ہو واجب ہوگی۔

مقصودِ حیات!

ہم نے اپنی زندگی کا مقصود تعیش کو قرار دے دیا حالانکہ یہ ہرگز مقصود حیات نہ تھا بلکہ مقصود حیات تو فقط اپنے رب کو پہچاننا تھا اس کی معرفت تھا اس کی طرف رجوع تھا مگر ایسا کچھ بھی نہ ہوا۔ جسے دیکھو وہ دوڑا جا رہا ہے اپنی خواہش نفس کے پیچھے پیچھے جدھر ہوائے نفس موڑ دے ادھر مڑ جاتا ہے اگر وہ روک دے تو رک جاتا ہے اگر وہ چلا دے تو چل پڑتا ہے۔ رکھیے آپ اپنے دھڑکتے دل پر ہاتھ اور پوچھیے اس سے اللہ تعالیٰ کی جلالت کی قسم دے کر کیا ہم ایسا نہیں کر رہے اگر جواب نفی میں آئے تو آپ ہزار تہنیت کے مستحق ٹھہرے آپ پر رب کریم کی کروڑوں رحمتیں ہوں آپ کو دنیا و آخرت دونوں جہانوں میں کامرانی نصیب ہوئی آپ کو مبارک ہو آپ کو مژدہ ہو کہ آپ اس جہانِ تگ و دو میں کامران ہو کے نکلے۔ اور اگر جواب ہاں میں ہے تو پھر

آپ اپنی مصیبتوں کا رونا کیوں روتے پھرتے ہیں وبائی امراض کا خوف آپ کو دن رات کیوں پریشان کیے ہوئے ہے ملکی بدامنی پر آپ کیوں سیخ پا ہوتے ہیں۔ لائٹ نہ ملنے پر کیوں خفا خفا نظر آتے ہیں۔ آخر یہ سب کچھ ہمارے اپنے ہی ہاتھوں کا کمایا ہوا تو ہے قصور اپنا اور اس کو دوسروں کے سر تھوپ رہے ہیں کیا یہ بھی ستم نہیں آپ اپنا رابطہ اپنے اللہ تعالیٰ سے درست نہیں کرتے۔ ہزار جگہ رابطہ بنائے ہوئے ہیں اور دل میں رہ رہ کر خیال آتا ہے فلاں صاحب میرا یہ کام سنوار دیں گے اگر ان سے کام نہ بنا تو ان سے زیادہ با اثر فلاں ہیں وہ کام نکلوا دیں گے اگر بالفرض ان سے بھی بات بن پائی تو پھر ان سے بھی بڑے زور آور فلاں ہیں ان سے تو کام کروا ہی لیں گے۔

مقام سفلی اور بلندی کا گمان

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی طرف کوئی دھیان نہیں اور ان لوگوں کی طرف توجہ ہے جو بیچارے خود مجبور و بے بس ہیں ہماری اس روش بیمار نے ساری قوم کو اس کے مقام اعلیٰ سے گرا کر مقام سفلی تک پہنچا دیا ہے اور ہم ایسے عقل مند ہیں کھائی میں گر کر بھی بلندی کا گمان کر رہے ہیں صاحب یہ بلندی نہیں ہے فقط خیالات کی دنیا میں رہ کر زندگی خوشگوار نہیں ہوتی پستی سے نکلنے کے لئے تگ و دو کرنا ہوتی ہے زور صرف کرنا پڑتا ہے تب کہیں جا کر بلندی نصیب ہوتی ہے اور اگر بلندی مل بھی جائے تو اہل حق اس کو کافی نہیں جانتے بلکہ اس بلندی پر اپنے آپ کو قائم رکھنے کو کامرانی کہا جا سکتا ہے۔ جس قوم میں جذبہ خدمت خلق ناپید ہو جائے وہ قوم مجلسی طور پر کتنی ہی خوشحال کیوں نہ ہو جائے اطمینان نصیب نہیں ہوتا فقط مال و زر کا حصول یا کسی دو دنیوی بڑے عہدے کا مل جانا اس کو آپ کامرانی سے تعبیر کر

رہے ہیں جب کہ وہ عہدہ نہیں ہوتا بلکہ ذمہ داری ہوتی ہے مجھے نہیں معلوم ہم ذمہ داری کا نام تمکنت کیوں رکھ لیتے ہیں ہم ادائیگی فرض کو طمطراق کیوں بنا لیتے ہیں آپ نے کبھی غور کیا دنیا میں قیام کتنا مختصر ہے اور پھر اس قیام کے بعد ایک ایسے سفر پر روانہ ہونا ہے جہاں سے کبھی واپسی نہ ہوگی اگر میری بات درست نہیں لگ رہی تو بیچارے عوام تو کیا واپس آئیں گے ان کے پاس تو وسائل ہی نہیں ہوتے وہ لوگ جو اس جہاں میں صاحبان تحت و تاج تھے کیا ان میں سے کبھی کوئی جا کر واپس آیا ملک عدم جگہ ہی ایسی ہے جہاں سے واپسی ناممکن ہے اب بتایئے سوچنے کا انداز کیسا ہونا چاہیے۔ بولنے کا انداز کیسا ہونا چاہیے، کچھ کرنے کا انداز کیسا ہونا چاہیے۔ اب تو جواب بڑا متین ہی ہوگا کیوں نہ ایسا ہو اب دل و دماغ دونوں حق کے شکنجے میں جکڑے جو گئے ہیں جو ذرا لگام ڈھیلی ہوئی گرفت کمزور پڑی تو پھر وہی حال خراب وہی بے ڈھنگی چال۔

روتے روتے آنسو سوکھ گئے

انسان مدنی الطبع ہے یعنی مل جل کر رہنے والا ہے یہ بات میری نہیں بلکہ مدینے کے تاجدار حضرت محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی عملی زندگی سے ثابت ہے علامہ ابن خلدون نے مقدمہ میں لکھا انسان طبعاً مل جل کر رہنے کو پسند کرتا ہے اب سوال صرف اتنا ہے کیا ہم نے اپنی طبع شریف کا خیال بھی رکھا ہے یا نہیں خیر اس سوال کا جواب تو میری بجائے آپ خود ہی دیں گے تو زیادہ موثر ہوگا بھلا میں کون ہوتا ہوں جو آپ کی زندگی میں مداخلت کروں۔ اچھا ایک بات تو بتائیں آپ اگر کامیاب زندگی گذارنے جا رہے ہیں اور آپ کے موجودہ طور طریقے انسان کو ترقی کی طرف گامزن

کر رہے ہیں تو پھر آپ ہر جگہ روتے دھوتے کیوں نظر آتے پہلے تو ایک ہی T.V چینل ہوتا تھا P.T.V اس وقت تو شاید کم رونا دھونا نظر آتا ہے اور اب تو بے شمار چینلز ہیں اور جدھر دیکھو پروگرام ہی پروگرام مگر جدھر نظر پڑتی ہے ادھر رونا ہی رونا ہے۔ کہیں قتل و غارت پہ رونا دھونا کہیں لوگوں کے لٹ جانے پر رونا دھونا کہیں ظلم و تعدی پہ رونا دھونا، کہیں ڈاکوؤں کی کارگزاریوں پہ رونا دھونا، کہیں نوجوانوں کے اعمال ناپسندیدہ پہ رونا دھونا، کہیں سیاستدانوں کے بیانوں پہ رونا دھونا کہیں کچھ کہیں کچھ مگر سب رونا ہی رونا ہے۔ کبھی غور کیا آخر اس رونے دھونے کا علاج کیا ہے۔

میں قسماً کہہ سکتا ہوں پچھلے چالیس سال سے اس قوم میں اس قدر جذبہ خود پرستی نہ تھا قدرے کم کم نظر آتا تھا ایک دوسرے کی بات سن کر برداشت کرتے تھے اور جواب متانت سے دیتے تھے یہ بات کوئی زیادہ پرانی نہیں صرف یہی کوئی بیس پچیس سال قبل کی ہے۔ مگر اب تو یہ جذبہ پوری آب و تاب پر نظر آتا ہے۔ خود غرضی نے تو اب ایسا ڈیرہ ڈالا ہے کہ کوئی فرد، خاندان اور گروہ اس سے پرے نظر نہیں آتے سب میں ایک ہی دھن سمائی ہے میں اپنے مد مقابل کے اتنے عیب نکالوں گا کہ وہ سن کر لاجواب تو ہوں گے ہی ساتھ ہی ساتھ وہ اپنی خانہ تلاشی بھی لیں گے کہ ہم تو اپنے بارے میں اتنا جانتے نہیں جتنا کچھ ہمیں بتایا گیا ہے۔ حیران ہیں یا اللہ یہ علم کی کونسی صنف ہے اور یہ علم آخر آیا کہاں سے ہے کس یونیورسٹی میں یہ علم پڑھایا جاتا ہے۔

لیجئے رکھیے اپنے دھڑکتے دل پر ہاتھ اس بیچارے وفا رتام سے پوچھیے آپ بھی اپنے بارے میں اتنے باخبر ہیں جتنے آپ کے بارے دوسرے باخبر ہیں یوں لگتا ہے گویا دل ناتواں بھی پکار اٹھا ہے ہم خود سے باخبر نہیں رہے یہی وجہ ہے ہمارا کام بھی

نظم میں نہیں دیا گویا۔

مجھے اپنا پتا نہیں میں کیا ہوں
حالات زمانہ کی خبر دوں تو کیا دوں

فہم وفراست میری لونڈی ہے

ہر فرد بات معاملات کو سلجھانے کی کرتا ہے اور انداز یہ ہے کہ میرے علاوہ باقی سب کے سب منبع عیوب ہیں۔ سراپا ظلم وستم میں ان کو عقل وفکر سے دور کا بھی تعلق نہیں، بس عقل مند میں ہی ہوں۔ فہم وفراست میری لونڈی ہے۔ دانش میری کنیز ہے۔ علم وفن مجھ پر ناز کرتا ہے، میں یگانہ روزگار ہوں، دنیا کا کوئی انسان میرے جیسا انداز بیان نہیں رکھتا۔ نقص نام کی کوئی چیز مجھ سے لاحق نہیں، غلطی تو کبھی میری قریب بھی نہیں پھٹکی۔ دنیا جہاں کے تمام کمالات کا حامل میں ہوں میرے علاوہ اور کوئی صاحب کمال ہو ہی نہیں سکتا۔ ان بزعم خویش لیڈران قوم کی باتیں سنو تو رو دینے کو جی چاہتا ہے۔

مانتا ہوں مجھے تمیں 30 سال انتظار نہیں کرنا چاہیے تھا جلدی قلم چلانا چاہیے تھا مگر میں نہ تو عالم ہوں نہ صاحب کمال نہ دانش ور ہوں، نہ ادیب، نہ ماہر TABLE TAKE ہو نہ مقابل آخر ماہرین علوم وفنون کو سمجھانے کے لئے کون سا انداز بیان اختیار کروں جو کم از کم ان سقرات وبقرات کے جانشینوں پر اثر انداز ہو۔ ہر شخص اپنی جگہ انا والا خیر کی بس میں ہوں اور کوئی کچھ نہیں کا مصداق بنا بیٹھا ہے۔ ان بڑے بڑے حضرات کو کسی زاویے سے بتایا جائے کہ انسان کس طرح دائمی عزت پا سکتا ہے۔ اس ملت کی بیماری خود غرضی، خود پرستی، اور ہوس مال وزر ہے۔ اگر ان تینوں

چیزوں کا علاج کرلیا جائے یہ ملت بالکل صحت ومند توانا ہو سکتی ہے۔ ہر شخص کے باشد وہ صرف یہ چاہتا اس کو دنیا جہاں کی راحتیں مل جائیں اور دوسروں کے پاس نہ ہوں اس میں اپنے آپ کو خوش سمجھتا کہ میرے پاس سب کچھ ہے اور دوسرے ان تمام نعمتوں سے خالی ہیں اس میں کوئی شک نہیں اس طرح بھی ایک طرح کا احساس برتری پیدا ہوتا ہے مگر یہ احساس زیادہ دیر تک قائم نہیں رہتا بلکہ جلد ہی معدوم ہو جاتا ہے یہ ایک ایسا جذبہ ہے جس کو دبا دینا چاہیے اس کا دبانا ہی نافع ہے اس کو پالنا یقیناً ضار (یعنی نقصان دہ) ہے۔

نجی تحفظ اجتماعی تحفظ کا ضامن نہیں ہوتا

جو کوئی خدمت خلق کے جذبہ سے سرشار ہوگا وہی کامیابیوں پر کامیابیاں حاصل کرتا چلا جائے گا۔ جو بھی خدمت خلق کے جذبے سے عاری ہوگا ناکامیاں نامرادیاں اس کا مقدر بنتی چلی جائیں گی۔ کسی بھی قوم کو بام عروج پر جانے کے لئے ایک عرصہ لگتا ہے دن رات کی انتھک محنت انسان کو عزت وعظمت سے ہمکنار کرتی ہے۔ جس قوم میں شخصی تحفظ کا رجحان پیدا ہو جائے اس کو اجتماعی تحفظ کبھی میسر نہیں آتا۔ یہ امر یقینی ہے اجتماعی تحفظ نجی تحفظ کا ضامن ہوتا ہے لیکن نجی تحفظ اجتماعی تحفظ کا ضامن نہیں ہوتا مجھے نہیں معلوم میں کس طرح بات کروں کہ وہ میری قوم کو سمجھ آنے لگے میں کون سی طرح اپناؤں کہ میری قوم کو وہ پسند آئے میں کس طرح کے الفاظ استعمال کروں میں کیسے جملے بناؤں، میں کس طرز کے پیراگراف ترتیب دوں کہ میری قوم ان کی طرف توجہ مبذول کرے۔ اے اللہ! میرے قلم میں زور پیدا فرما۔ اے اللہ میری تحریر میں تسلسل پیدا فرما اے اللہ میری گفتگو میں تاثیر پیدا فرما کہ تیرے بندے ان تمام زاویوں سے ہٹ کر صرف اس زاویے پر سوچیں جس سے اس ملت کو اجتماعی

وقار میسر آئے۔

اپنے طرز تفکر اور طرز عمل کو بدلنا چاہیے

اس وقت پاکستان کی جو صورت حال ہے اس میں تبدیلی لانے کے لئے ہم سب کو اپنے اندر تبدیلی لانا ہوگی اگر ہم اپنے اندر تبدیلی لے آئے تو اس ملک وقوم میں ضرور تبدیلی آئے گی اور حالات بہتر ہو جائیں گے۔ ہمارے اندر تبدیلی کس طرح کی آنی چاہیے ہمارے اندر تبدیلی اس انداز کی آنی چاہیے کہ ہم پوری ملت کی خیر خواہی کے لئے سوچیں، اسی نہج پر عمل کریں۔ خود غرضی، خود پرستی اور ہوس مال وزر کو تین طلاقیں دے دیں۔ اپنے جذبات کو موافق امر خالق کائنات بنائیں اور ہماری زندگی کا طرز بالکل تابع سنت ہو جائے۔ اگر قوم مسلم اپنے طرز تفکر اور طرز عمل کو تبدیل نہیں کرے گی تو اس ملک کے حالات مزید خراب ہونگے۔ خوف خدا والے لوگ ہی ان مسائل کا حل نکال سکتے ہیں جو اس قوم کو درپیش ہیں اللہ تعالیٰ کا تقویٰ چھوڑ کر کوئی فرد اور جماعت پاکستانی قوم کے مسائل حل نہیں کر سکتی۔

حیرت تو مجھے ان لوگوں پر ہوتی ہے یہ نعرہ تو فوراً لگا دیتے کہ ہم پلک جھپکنے میں انقلاب لے آئیں گے مگر ان کی اپنی ذوات میں کوئی انقلاب نہیں آتا پہلے اپنی ذوات میں انقلاب لانا ہوگا پھر ملک وقوم میں انقلاب آجائے گا۔ جب کوئی قوم ملت بن جاتی ہے تو پھر اس کو ترقی کرنے سے کوئی نہیں روک سکتا تحریک پاکستان کے وقت قوم ملت بن گئی تھی۔ ہم نے پاکستان بنالیا اب پھر قوم ملت بنے گی تو پاکستان کو استحکام

نصیب ہوگا۔

استحکام پاکستان کے لئے کیا کرنا چاہیے

خود کو بدلنا چاہیے، خود کو بدلے بغیر پاکستان کے استحکام کی بات کرنا صدا بصحرا ہوگی جس کی کوئی وقعت نہیں ہوا کرتی۔ میں نے بار بار خود کو بدلنے پر زور اس لیے دیا ہے کہ اگر اپنی ذات میں تبدیلی نہ آئے تو دوسروں میں تبدیلی لانے کی بات کرنا دیوانے کی بڑھ معلوم ہوتی ہے۔ اگر میری بات دل کو نہ لگے اور آپ کا مفتی یعنی آپ کا اپنا ضمیر میری بات کی تائید نہ کرے تو آپ اس تحریر کو کوڑے کی ٹوکری میں ڈال دیں اور اگر آپ کا دل میری بات کی تائید کردے تو اس کو پڑھ کر کسی دوسرے بھائی تک پہنچا دیں تاکہ وہ بھی پڑھ لے شاید وہ اس حقیقت کو دوسروں تک پہنچانے میں زیادہ موثر ثابت ہو اور اس کی زبان زیادہ زور آوری سے کام کرے اور ملک پاکستان کے استحکام کے لئے کام کرنے والوں کی تعداد میں اضافہ ہو جائے میں بار بار یہی کہتا ہوں ہمارا منشور یہ ہے۔

UNITY, SERVE, STABILITY IT IS OUR MENEFESTO

یعنی وحدت، خدمت اور استحکام یہ ہمارا نصب العین ہے۔ وحدت سے مراد وحدت امت ہے، خدمت سے مراد خدمت امت ہے اور استحکام سے مراد استحکام امت ہے اگر امت میں استحکام پیدا ہو گیا تو پاکستان کا استحکام تو اس کا ایک جز ہے۔ کل میں استحکام آجائے تو یقینا جز میں بھی استحکام آہی جاتا ہے۔ یہاں تند نہیں تانی بگڑی ہوئی ہے۔ اینٹ نہیں آوا بگڑا ہوا ہے۔ یہاں تو سارا کا سارا نظام ہی بگڑا پڑا

ہے۔ آپ حیران ہو گئے کہ اگر تند بگڑ جائے تو کاٹی بھی جا سکتی ہے۔ اور اگر خراب ہو جائے درست کی جا سکتی ہے خدانخواستہ اگر تانی ہی بگڑ جائے تو کیا کیا جائے۔ اگر دھاگہ ہی بگڑ جائے تو کیا کیا جائے۔ اگر معاشرے کا ایک آدھ فرد بگڑ جائے تو درست کیا جا سکتا ہے۔ اور اگر خدانخواستہ پورا معاشرہ ہی بگڑ جائے تو کیا کیا جائے۔ کوئی بات نہیں اس کا بھی علاج ہے اگرچہ محنت تو بہت کرنی پڑے گی مگر بگڑی ہوئی تانی کی ساری تندوں کو درست کیا جا سکتا ہے۔ بگڑے ہوئے آوے کا بھی علاج ممکن ہے۔ اسی طرح بگڑے ہوئے معاشرے کا علاج بھی ناممکن نہیں مگر شرط ہے خلوص نیت میں نے کئی بزرگوں کی کتابوں میں پڑھا ہے کہ انہوں نے جب یہ دیکھنا ہوتا کہ کسی شخص میں کسی نوجوان میں قوت ارادی نہایت مضبوط ہے تو وہ کسی دھاگے کو الٹ پلٹ کر کے یعنی گنجل ڈال کر دے دیتے اور کہتے لو بھی اس کو سیدھا کرو جو نوجوان ان گنجلوں کو دیکھ کر گھبرا جاتا اور ایک دو ہاتھ مار کر تھک جاتا اور کہہ دیتا کہ یہ اب ٹھیک نہیں ہو سکتے وہ قائد بننے کا اہل نہ ہوتا جو کچھ دیر تک تگ و دو کرتا رہتا پھر وہ بھی چھوڑ کر ایک طرف ہو جاتا اور پکار اٹھتا کہ یہ اب درست ہونے کے نہیں تو وہ بھی اہل قرار نہ پاتا مگر جو جوان ان الجھنوں کو دیکھ یہ کہتا کہ ہے تو یہ مشکل کام مگر ہو جائے گا میں ان الجھنوں کو نکال کر ہی دم لوں گا وہ کوشش کرتا جہد و جہد کرتا اور بالآخر وہ ان الجھنوں کو نکالنے میں کامیاب ہو جاتا تو اس کو بزرگ قائد بننے کے لائق سمجھتے تھے۔ اگر دھاگے کی الجھن نکال لے تو کامیاب ہے مطلب یہ ہے کہ خلوص نیت سے اگر کسی کام کو کیا جائے تو وہ کام سرانجام پا ہی جاتا ہے۔ محبت اور لگن کے بغیر کوئی کام انجام نہیں پاتا اب ہمیں اپنی اصلاح کرنی ہے اور پھر ساری امت کے لئے کاوش بھی کرنی ہے۔ اب جو بات کہنے لگا ہوں وہ ذرا ہمت کر کے سنئے گا چونکہ کافی کڑوی بھی ہوگی اور سخت بھی۔ ہمارا حال یہ ہے ہم نے کسی

الجھن کو دور کیا کرتا ہے۔ ہم تو اس قوم کو الجھنیں ڈالتے ہیں اور قوم کو مصروف رکھتے ہیں تا کہ یہ اپنی ہی الجھنیں نکالتی رہے۔ جس قوم کے لیڈروں کا حال یہ ہو جائے اس قوم کا اللہ ہی حافظ ہے۔ جن لوگوں نے الجھنوں کو حل کرنا تھا وہ الجھنیں ڈالتے نظر آتے ہیں۔ بجلی ناپید، ٹرانسپورٹ کا انظام درہم برہم، تجارت ناپائیدار کوئی محکمہ ایسا نہیں جہاں عدم استحکام نہ ہو۔ ہمارے پڑھے لکھے نوجوان ڈگریاں لیے جگہ جگہ خاک چھانتے پھرتے ہیں مگر ان بیچاروں کو نوکری تک نہیں ملتی والدین اپنی جگہ بیٹھے ہیں کہ بیٹا ہم نے آپ کو پڑھا لکھا دیا اب کوئی کام کرو کما کر لاؤ تا کہ ہماری مشکلیں آسان ہوں مگر نوجوان کیا کریں ان کو نوکری نہیں ملتی وہ پریشان حال ہیں آپ خدا لگتی کہیے گا مجھ لگتی نہ کہے۔ کیا حالات واقعی ایسے نہیں ان حالات میں کبھی قوم میں استحکام آ سکتا ہے اور اگر قوم میں استحکام نہیں آتا تو کیا ملک مستحکم ہو جائے گا ملک کو بچانے کا رونا رونے والے صرف اتنا بتا دیں کہ جس ملک کا نوجوان باوجود تعلیم یافتہ ہونے کے بے روزگار ہو جس ملک کے نوجوان کو عزت کی روٹی تک میسر نہ ہو کیا اس نوجوان کا ملک استحکام پائے گا۔ اگر اس طرح ملک استحکام پاتا ہے تو یہ گر مجھے بھی بتا دیجیے مگر ایسا کوئی گر ہو گا ہی نہیں۔

پاکستانی نوجوانوں پر اعتماد کرو

ایک اور بات کہنے لگا ہوں ذرا غور فرمایئے گا۔ اصلاً ہم ذہنی طور پر مغرب زدہ ہیں ہماری سوچ میں ایک ایسا مغربیت کا ٹانکہ لگا ہوا ہے جس کو ادھیڑا نہیں جا سکتا۔ ہم ان نوجوانوں کو زیادہ فہیم سمجھتے ہیں جو بیرون پاکستان سے آئے ہوں اور اپنے نوجوان کو کم ذہین تصور کرتے ہیں حالانکہ حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے۔ جو بندہ

ہم باہر سے امپورٹ IMPORT کرتے ہیں اس کو دو لاکھ روپیہ ماہوار دیتے ہیں ایک گھر اور دو دو گاڑیاں چھ ماہ یا سال کے بعد فرنیچر بھی تبدیل کر کے دیتے ہیں۔ ان تمام مراعات کے باوجود یہی سمجھتے ہیں کہ کام کرنے والے کا ہم پر احسان ہے میں قسماً کہہ سکتا ہوں میرا نوجوان، پاکستان کا نوجوان جو دیہات سے آ کر پڑھا ہے وہ امپورٹڈ IMPORTED بندے سے زیادہ ذہین ہے۔ میں کہتا ہوں آپ اپنے نوجوان کو پاکستانی نوجوان کو دو لاکھ نہیں بلکہ صرف پچاس ہزار روپیہ دیں ایک درمیانہ گھر اور ایک گاڑی دیں وہ اول الذکر نوجوان سے زیادہ کام کرے گا۔ مگر ایسا ہوتا نہیں پاکستان میں اللہ تعالیٰ کی بے پناہ نعمتیں ہیں وہ اہل حق کی دسترس میں نہیں آتیں اور مستحق لوگوں تک نہیں پہنچتیں اس وجہ سے نوجوان پڑھ لکھ جاتے ہیں وہ پاکستان میں کام کرنے کی بجائے بیرون ملک چلے جاتے ہیں اور پھر وہ وہاں رہ کر ایسے بن جاتے ہیں کہ ان کو پاکستان کی فضا میں گدلا ہی گدلا نظر آنے لگ جاتا ہے جب بھی وہ پاکستان آتے ہیں تو ان کا نقطہ نظر اس طرح کا نہیں ہوتا کہ وہ اپنے ملک کی تعریف کریں اور کہیں کہ سبحان اللہ پاکستان کتنا حسین ملک ہے۔ پاکستان سے جدا ہو کر تو دل بے قرار رہتا ہے بلکہ وہ یوں کہتے ہوئے نظر آتے ہیں یہاں پلوشن (Pollution) ہے یہاں یہ خرابی ہے یہاں یہ برائی ہے یہاں یہ کمی ہے۔ یہ نقطہ نظر کیوں بنا؟

پامالی حقوق

کبھی غور کیا آپ نے اس طرح کی صورت حال کیوں پیدا ہوئی۔ یقیناً اس لیے کہ پاکستان کی فضا ایسی بنا دی گئی ہے جہاں ہر ذی شعور باوجود پڑھا لکھا ہونے کے اپنے حقوق کو نہ پا کر پریشان حال ہے۔ اہل حق خود انتہائی کرب محسوس کر رہے

ہیں بہت صبر کرتے ہیں برداشت کرتے ہیں مگر اس کے سوا اور کچھ نہیں کر سکتے۔ جب ایک تعلیم یافتہ شخص اپنے حقوق کی یوں پامالی دیکھے تو وہ کس طرح اس ملک وقوم کی تعریف میں رطب اللسان ہو، وہ کیونکر اس ملک وقوم کی توصیف پر کمر بستہ ہو۔ ہاں اگر پامالی حقوق کا سلسلہ بند ہو جائے اور ہر پاکستانی کو خواہ وہ پڑھا لکھا ہو یا ان پڑھ، وہ دوکاندار ہو یا رکشہ ڈرائیور وہ مزدور ہو یا کسان، اس کے حقوق مل جائیں۔ اس کو مال، جان، عزت آبرو کا تحفظ مل جائے تو یقیناً پاکستان ایک مستحکم ریاست بن جائے ایسی صورت اگر بن جائے تو پاکستان کو بچایا جا سکتا ہے۔ اگر آپ میری اس تحریر میں کچھ حق پاتے ہیں تو آیئے اللہ ورسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے لئے میرا ساتھ دیں۔ تعلیم وتربیت اسلامی آپ کو دعوت دیتی ہے کہ آیئے اس ملک وقوم کے لئے کچھ کردار ادا کریں اس ملک وقوم کو سنوارنے کی کوشش کریں اگر ہم اس راہ میں کامیاب ہو گئے تو دنیا وآخرت دونوں جہاں روشن ہو جائیں گے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہٗ کا انداز دعوت

میرے ہاں ہر شب جمعہ کو حلقہ ذکر منعقد ہوتا ہے، ہر انگریزی مہینے کی دوسری اتوار کو تربیتی اجتماع ہوتا ہے۔ اگر آپ بھی اپنے دین وایمان کی لاج رکھنا چاہتے ہیں اور اہل ایمان کو ان کی کھوئی ہوئی عظمت واپس دلانا چاہتے ہیں تو آیئے مل کر جدوجہد کریں تاکہ ہم اپنے مقاصد میں کامیاب ہو جائیں۔

واللہ! وہی انداز تفکر اس ملت کو پھر عظمت رفتہ دلا سکتا ہے جس انداز نے اس امت کو ابتدائی زمانے میں عزت وعظمت بخشی تھی۔ انبیاء علیہم السلام کے بعد

مصنف کی دیگر تصانیف

جامعہ اسلامیہ رضویہ، شیخ ہسپتال مین بازار رچنا ٹاؤن گلستان رضا شاہدرہ لاہور پاکستان